پاکستانی شیعہ مفسرین کا فخر الدین رازی کے
نظریہ اولی الامر پر اعتراضات اور جوابات

ڈاکٹر سید علی عباس نقوی[1]

خلاصہ:

آیہ «اُولی الامر» ان آیات میں سے ایک ہے جس کے مصداق اور تشریح ہمیشہ سے علمائے اسلام کے درمیان متنازعہ رہے ہیں، اس کے مصداق کی نسبت مفسرین کے کئی نظریات موجود ہیں، اہل سنت کے بعض علماء اور مفسرین کا خیال ہے اگرچہ اولی الامر سے معصوم افراد مراد ہیں لیکن امت ان معصوم افراد کو جاننے اور تشخیص کرنے سے عاجز ہیں لہٰذا اسلامی معاشرے کے اصل حل وعقد اور ان کا اجماع ہی ہم پر حجت ہے۔

اس باب میں معروف مفسر فخر الدین رازی کا نظریہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے، وہ دیگر نظریات کے ساتھ اہل تشیع کے نظریہ کو بھی رد کرتا ہے۔

دیگر علماء اور مفسرین کی طرح برصغیر خصوصاً پاکستان کے اردو زبان شیعہ مفسرین نے بھی علامہ فخر رازی کا نظریہ اور ان کے شیعہ نقطہ نظر پر کیے جانے اعتراضات کا مدلل جواب دیئے ہیں۔ اس سلسلے میں حسین بخش جاڑا نے تفسیر انوار النجف اور علامہ شیخ محسن علی نجفی نے تفسیر الکوثر میں ان اعتراضات پر توجہ دیتے ہوئے جوابات دیئے ہیں۔

کلیدی الفاظ: فخر الدین رازی، آیہ اولی الامر، پاکستانی شیعہ مفسرین، تفسیر انوار النجف، تفسیر الکوثر

۱۔ مقدمہ

سورہ نساء کی ۵۹ ویں آیت ان آیات میں سے ہے جس کی تفسیر اور توضیح میں علماء کے درمیان شروع سے اختلاف رہا ہے۔ اولی الامر کے مصداق کی تعیین اختلاف کا بنیادی سبب ہے۔ اہل سنت منقول روایات میں امام علی علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام[2]، پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامزد کیے گئے سپہ سالار[1]،

[1]۔ سربراہ ادارہ التنزیل

[2]۔ شواہد التنزیل، ج۱، ص۱۹۱، ح۲۰۴

علماء اور فقہاء[۲]، پیغمبر کے اصحاب[۳]، ابو بکر، عمر، عثمان، امام علی علیہ السلام اور ابن مسعود[۴]، حاکمان، بادشاہ و سلاطین[۵] اولی الامر کے مصداق ہیں۔ لیکن شیعہ روایات کے مطابق اس آیت کے مصداق آئمہ علیہم السلام ہیں۔[۶]

اہل سنت کے مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ برحق حکماء،[۷] امراء اور علماء[۸] یا صاحبان ولایت شرعیہ،[۹] اولی الامر کے مصداق ہیں۔ شیعہ مفسرین اپنی روایات کی روشنی میں معصومین علیہم السلام کو آیت کا مصداق مانتے ہیں۔ علماء اہل سنت میں سے فخر الدین رازی کا نظریہ جداگانہ اور متضاد ہے۔ وہ یہ کہ ایک طرف تو وہ اولی الامر کی عصمت کا قائل ہے اور دوسری طرف اولی الامر کا مصداق ساری امت اور امت اسلامی کے اہل حل و عقد (وہ لوگ جن کے ہاتھ میں امت اسلامی کے تمام امور سپرد ہیں) کو قرار دیتے ہیں۔[۱۰] فخر الدین رازی کے نظریہ کو دوسرے نظریات کے مقابلے میں منفرد نظریہ کہہ سکتے ہیں۔ وہ اپنا نظریہ بیان کرنے سے پہلے اس آیت شریفہ کے ذیل میں پیش کیے گئے نظریات کو عمدگی سے رد کر دیتے ہیں پھر اپنا نظریہ دلائل کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ فخر رازی کے نظریے نے مکتب تشیع کے علماء کرام کو تحرک دیا اور ہر طرف سے اس کے اعتراضات کے جواب دیئے جانے لگے اس کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ تحلیل کر کے لوگوں کو حقیقت اور سچائی سے روشناس کرایا۔ یہاں تمام علماء کے جوابات سے صرف نظر کرتے ہوئے اس مقالے میں پاکستان کے دو معروف مفسرین کے جوابات اور نقد و نظر کو پیش کرتے ہیں۔ «انوار النجف فی أسرار المصحف» تالیف حسین بخش جاڑا (۱۹۹۰م) اور «الکوثر فی تفسیر القرآن» تالیف

---

[۱]۔ جامع البیان، ج ۴، ص ۱۴۷-۱۶۸؛ تفسیر مقاتل بن سلیمان، ج ۱، ص ۳۸۳؛ مسند الامام احمد، ج ۵، ص ۲۳۰؛ الدر المنثور، ج ۲، ص ۵۷۳،

[۲]۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۱، ص ۱۲۳

[۳]۔ جامع البیان، ج ۴، ص ۱۴۹؛ الجامع لأحکام القرآن، ج ۵، ص ۲۵۹؛ الدر المنثور، ج ۴، ص ۵۷۵

[۴]۔ جامع البیان، ج ۴، ص ۱۴۹؛ الجامع لأحکام القرآن، ج ۵، ص ۲۵۹؛ الدر المنثور، ج ۴، ص ۵۷۵

[۵]۔ جامع البیان، ج ۴، ص ۱۴۸، الدر المنثور، ج ۲، ص ۵۷۴

[۶]۔ تفصیلات کے لیے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کریں: الکافی، ج ۱، ص ۲۷۶؛ تفسیر العیاشی، ج ۱، ص ۴۰۳، ۴۰۸؛ الغارات، ج ۱، ص ۱۹۶؛ کمال الدین و تمام النعمۃ، ج ۱، ص ۲۵۳، عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۳۰، علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۲۳-۱۲۴ و....

[۷]۔ الکشاف، ج ۱، ص ۵۲۴، فی ظلال القرآن، ج ۲، ص ۲۹۲-۲۹۰

[۸]۔ الجامع لاحکام القرآن، ج ۵، ص ۲۶۰

[۹]۔ تفسیر القرآن العظیم، ج ۱، ص ۵۱۸

[۱۰]۔ مقالہ میں آگے چلتا کر اس کے نظریہ کو بیان کیا جائے۔

علامہ محسن علی نجفی، پاکستان کی دو اہم علمی اور مستند شیعہ تفاسیر میں شمار ہوتا ہے چونکہ یہ دونوں تفسیریں قرآن کریم کی مکمل و جامع تفاسیر ہیں اور علمی حلقوں میں ان کی مقبولیت بہت زیادہ ہے مزید یہ کہ ان کے مولفین کا شمار صف اول کے شیعہ علماء میں ہوتا ہے لہذا ہم نے مذکورہ اہمیت کی بنا پر ان دونوں تفاسیر کو فخر الدین رازی کے اعتراضات کے جوابات کے لیے انتخاب کیا ہے۔

۲۔ مفسرین اور ان کی تفسیر کا اجمالی تعارف

حسین بخش جارا (۱۹۲۰-۱۹۹۰ء) تفسیر انوار النجف کے مؤلف پاکستان کے مشہور بلند پایہ خطیب اور مؤلفین میں سے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم پاکستان میں حاصل کی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے نجف اشرف چلے گئے اور وہاں مرجع تشیع آیت اللہ العظمی سید ابوالقاسم خوئی، آیت اللہ العظمی سید محمود حسینی شاہرودی اور آیت اللہ العظمی میرزا حسین یزدی جیسے جلیل القدر علماء اور مجتہدین سے کسب فیض کیا[1] اور درجہ اجتہاد کے کے مراحل مکمل کرنے کے بعد ۱۹۵۶ء میں پاکستان واپس آ گئے۔ آپ زندگی کے آخری لمحات تک تبلیغی، تربیتی اور علمی سرگرمیوں میں مشغول رہے۔ جاڑا صاحب نے سترہ سال کی عرق ریزی کے بعد تفسیر انوار النجف فی اسرار المصحف کی تالیف مکمل کی۔[2] یہ تفسیر ۱۵ جلدوں پر مشتمل ہے کہ جس کا شمار جامع تفاسیر میں ہوتا ہے۔ اس میں کلامی ابحاث کو خاص توجہ سے بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر الکوثر کے مؤلف شیخ محسن علی نجفی پاکستان کے شمالی علاقہ جات سکردو بلتستان میں ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی اور ۱۹۶۶ء میں نجف اشرف اعلی دینی تعلیم حاصل کرنے چلے گئے۔[3] آٹھ سال تک آیت اللہ العظمی سید ابوالقاسم خوئی و آیت اللہ شہید محمد باقر الصدر سے کسب فیض کرتے رہے۔[4] آپ فقہ واصول اور تفسیر قرآن میں خاص مہارت رکھتے ہیں حوزہ علمیہ نجف اشرف سے واپسی کے بعد ۱۹۷۴ء سے اب تک مسلسل مختلف موضوعات کی تدریس میں مصروف عمل ہیں جس میں فقہ، اصول اور تفسیر، فلسفہ، کلام وعقائد اور اخلاقیات شامل ہیں۔ آپ نے علمی اور قلمی خدمات کے ساتھ ساتھ رفاہی اور معاشرتی میدان میں بھی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں ان میں سب سے نمایاں الکوثر فی تفسیر القرآن ہے جو ۱۰ جلدوں پر مشتمل ہے کہ جس کا شمار مستند تفاسیر میں ہوتا ہے۔

---

[1]۔ تذکرہ علمای امامیہ پاکستان، ص ۸۳

[2]۔ انوار النجف، ج۱، ص ۹

[3]۔ تذکرہ علمای امامیہ پاکستان، ص ۲۵۱

[4]۔ ایضا، ص ۲۵۲

۳۔ فخر الدین رازی کا نظریہ اولی الامر

فخر رازی سورہ نساء کی ۵۹ویں آیت میں اس بات کے قائل ہیں کہ اُولی الٔامر سے مراد اہل حلّ و عقد ہیں۔ وہ اپنے نظریے کو ثابت کرنے لیے دو مراحل میں اپنے دلائل پیش کرتے ہیں۔ پہلا مرحلہ مقدماتی ابحاث پر مشتمل ہے۔ دوسرے مرحلے میں اپنے مخالف نظریات کورد کرتے ہوئے اپنے نظریے کو قرآن و سنت سے ثابت کرنے کی کوشش گئی ہے۔ فخر رازی کا نظریہ متضاد ہے اس میں اثباتی اور سلبی دونوں پہلو موجود ہیں۔

الف) فخر رازی کا طرز استدلال

پہلا مقدمہ: اللہ تعالی نے یقینا اولی الامر کی اطاعت کا قطعی حکم دیا ہے جن کی اطاعت کو واجب گردانا ہے اسے ہر خطا اور گناہ سے پاک اور معصوم ہونا چاہیے۔ چونکہ اگر وہ خطا کا مرتکب ہو جائے پھر بھی اللہ تعالی اس کی اطاعت کا حکم دے تو یہ حکم خود خطا کا باعث ہو گا۔ چونکہ خطا کی ماہیت و حقیقت یہ ہے کہ اس سے روکا جائے پس اس صورت میں امر و نہی ایک ہی فعل میں اکٹھے ہو جائیں گے اور یہ جمع محال ہے۔[1]

مقدمہ دوم: معصوم یا تو ساری امت ہے یا اس امت کے کچھ افراد ہیں۔ لیکن اس آیت میں امت کے کچھ افراد کو معصوم قرار نہیں دیا جا سکتا چونکہ خدا تعالی نے قاطعیت کے ساتھ ان کی اطاعت واجب کی ہے اور دوسری جانب ان کی اطاعت کو واجب کرنا اس چیز کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ ہم ان کو پہچانیں اور ان تک رسائی حاصل کریں ان سے براہ راست مستفید ہو جائیں۔ چونکہ ہم زمان حاضر میں امام کی شناخت و معرفت اور ان تک پہنچنے سے قاصر اور عاجز ہیں۔ لہذا معصوم کو امت کے بعض افراد میں سے قرار دینا درست نہیں ہے۔ اس دلیل کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آیت میں اولی الامر سے مراد امت کے اہل حلّ و عقد افراد ہیں اور ان کا اجماع ہم پر حجت ہے۔[2]

فخر الدین رازی کے برخلاف اہل سنت کے مفسرین نے دیگر مختلف مصادیق کی نشاندہی کی ہیں۔ اسی بناء پر فخر رازی نے ان کے مصادیق کو نشان زد کیا ہے۔ خاص کر مکتب تشیع کے نظریہ اولی الامر پر شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے مورد نقد و تنقیص قرار دیا ہے۔ یہاں پر ہم صرف شیعہ مکتب کے نظریہ پر کیے گئے اعتراضات اور تنقید کو بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

---

[1]۔ مفاتیح الغیب، ج۱۰، ص ۱۱۲-۱۱۳

[2]۔ ایضا، ص ۱۱۳

ب) فخر الدین رازی کا مکتب اہل بیت علیہم السلام کے نظریے پر اعتراضات

پہلی تنقید: اگر اولی الامر سے مراد آئمہ معصوم شیعہ ہوں تو اس صورت میں ان آئمہ کی اطاعت مشروط ہے ان کی براہ راست شناخت اور دسترسی حاصل کرنے کے ساتھ، چونکہ اطاعت کا وجوب ان کی معرفت اور شناخت سے پہلے تکلیف مالایطاق ہے۔ لیکن ظاہر آیت مطلق (بغیر قید و شرط کے) ہے اور ان تک رسائی اور ان کی معرفت کی حد بندی نہیں کرتی۔[1] آیت میں ایک ہی لفظ (أطیعوا) کے ذریعے سے رسول اللہ اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت ظاہری طور پر کسی قید و شرط کو بیان نہیں کر رہی جس طرح اطاعت رسول میں کوئی شرط اور قید نہیں ہے اسی طرح اطاعت اولی الامر کو بھی غیر مشروط ہونا چاہیے چونکہ ایک لفظ ایک ہی وقت میں مطلق اور مقید نہیں ہو سکتا۔[2]

تنقید دوم: شیعہ کے مطابق ہر زمانے میں ایک امام وجود رکھتا ہے، جب کہ کلمہ «أولی الامر» جمع کا صیغہ ہے اور جمع کو مفرد پر حمل کرنا قواعد کے خلاف ہے۔[3]

تیسری تنقید: اگر اولی الامر سے مراد امامِ معصوم ہوتا تو اس صورت میں آیت کو یوں ہونا چاہیے تھا: «فان تنازعتم في شيء فردوه إلى الامام»۔[4]

۴۔ پاکستانی شیعہ مفسرین کا فخر رازی کے نظریے اور دلائل پر اعتراضات

مکتب تشیع کے علما اور مفسرین نے دو عمدہ کام کیے ہیں۔ ایک یہ کہ فخر رازی کے نظریے کی ٹھوس شواہد کی بنیاد پر تردید اور دوسرا شیعہ نظریہ (اولی الامر کا مصداق آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کوئی نہیں) پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔

ایک طرف تو فخر رازی اولی الامر کے معصوم ہونے کا معتقد ہے اور دوسری طرف یہ بھی کہتا ہے اولی الامر کا مصداق امت کا ایک گروہ نہیں ہو سکتا بلکہ مراد تمام امت ہے۔ اس کی تعبیر کے مطابق اولی الامر کے مصداق اہل حل و عقد ہیں۔ پاکستانی مفسرین (حسین بخش جاڑا اور محسن علی نجفی) نے اس استدلال پر مندرجہ ذیل اشکالات کئے ہیں۔

---

[1]۔ ایضا، ص ۱۱۴

[2]۔ ایضا

[3]۔ ایضا

[4]۔ ایضا

الف) دعوی بلادلیل

مذکورہ آیت کے مطابق اولی الامر کی اطاعت اسی طرح واجب ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واجب ہے۔اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جو اطاعت کے حق دار قرار پاتا ہے اسے امر و نہی کرنے کا بھی اختیار حاصل ہے۔اب سؤال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ساری امت امر و نہی کا اختیار رکھتی ہے تا کہ ان کی اطاعت واجب ہو؟ لیکن جب ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس سؤال کا جواب نفی میں پاتے ہیں۔مندرجہ ذیل آیات کو اپنے دعویٰ کی اثبات کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ[1]

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ [2]

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَه عَنْ ذِكْرِنَا[3]

پہلی آیت کے مطابق اولی الامر وہ ہیں کہ لوگ ان کی اطاعت سے سختی اور مشقت سے دچار نہیں ہوں گے اور یقینا اس سے مراد ساری امت نہیں ہیں اور دوسری اور تیسری آیتوں میں مسرف اور اللہ سے غافل لوگ ان لوگوں کے دائرہ سے خارج ہیں کہ جو اطاعت کی صلاحیت اور شائستگی رکھتے ہیں۔[4] پس آیات قرآنی کو مدنظر رکھتے ہوئے ساری امت کے معصوم ہونے کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

ب) تمام اہل حل وعقد کے معصوم نہ ہونے پر تاریخی شواہد

عصمت سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو بھی معصوم ہوتا ہے اس کی رائے، فتویٰ اور احکام دوسرے معصوم سے متصادم اور متناقض نہیں ہو سکتے۔جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام اور مذاہب کے فقہاء اور آئمہ کے درمیان شرعی احکام جیسے متعہ، نماز تراویح، وضو وغیرہ میں اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ بات ان سب کی عصمت کے لئے سوالیہ نشان ہے۔[5]

---

[1] ۔ حجرات: ۷

[2] ۔ شعرا: ۱۵۱

[3] ۔ کہف: ۲۸

[4] ۔ الکوثر، ج ۲، ص ۳۴۰

[5] ۔ انوار النجف، ج ۴، ص ۱۹۰

ج) عقلی رو سے تمام امت کا معصوم ہونا ممکن نہیں

اس میں شک نہیں کہ اہل حل و عقد اور تمام امت اسلامی معصوم نہیں اور خطا اور گناہ سے دور نہیں ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ ان افراد خطاکار کے مجموعہ کو معصوم سمجھا جائے۔[1]

د) اہل حل و عقد کی جانشینی، تمام امت کے معصوم نہ ہونے کی دلیل ہے

جب کہ آپ نے دیکھا کہ فخر رازی عصمت کے استدلال کے مقدمات میں کل امت کو معصوم کے طور پر بیان کرتا ہے اور اس کو اولی الامر کا مصداق شمار کرتا ہے، لیکن خود ہی نتیجہ میں عصمت کے دعوی اور اطاعت کے وجوب کو اہل حلّ و عقد میں منحصر کر دیتا ہے، گویا جب فخر رازی کل امت کو معصوم ثابت کرنے سے قاصر رہا تو اہل حل و عقد کو ان کا جانشین بنا دیا اور ان کی عصمت کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔[2]

ھ) اولی الامر کی اطاعت کے وجوب اور طول تاریخ میں اہل حل و عقد کی اطاعت کے مخرب نتائج کے درمیان عدم تطابق

فخر رازی کی نظر میں اہل حل و عقد کی اطاعت شرعا واجب ہے اور جب کہ ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ اہل حل و عقد کی خلافت کی اطاعت کا نتیجہ اور دل خراش منظر واقعہ کربلا اور واقعہ حرّہ کی صورت میں سامنے آیا۔ اس طرح کے ظالمانہ واقعات بلاشک اس طرح کی شرعی توجیہ کی بناء پر واقع ہوئے۔[3]

ز) آیت کا سیاق و سباق فخر رازی کے مدعا کے خلاف ہے

اگر اولی الٔامر کا مصداق مجموع امت ہو تو اس صورت میں اطیعوا کا امر کس لئے ہوگا اور اگر کہا جائے کہ اس کا مصداق کل امت نہیں ہے بلکہ اہل حل و عقد ہیں تو اس صورت میں یہ سؤال پیش آتا ہے کہ آیا خود اہل حل و عقد آیہ کے خطاب سے خارج ہیں یا وہ بھی ایک اور اولی الامر کے مطیع ہیں؟! اگر اس بات کے قائل ہوں کہ اہل حل و عقد ان سے خارج ہیں اور باقی امت مورد خطاب واقع ہوئی ہے اس صورت میں اہل حل و عقد کون سے افراد قرار پائیں گے؟![4]

---

[1]۔ ایضا

[2]۔ ایضا

[3]۔ الکوثر، ج ۲، ص ۳۳۸

[4]۔ انوار النجف، ج ۴، ص ۱۹۰

و) اہل حل و عقد کے اولی الامر کے مصداق ہونے اور ان کے اجماع کی حجیت پر کوئی مستند اور محکم دلیل موجود نہیں

فخر رازی کے نظریہ پر کوئی تاریخی گواہی وجود نہیں رکھتی ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر خلفاء، صحابہ اور تابعین کے دور میں کبھی بھی امت یا اہل حل و عقد کے معصوم ہونے کے بارے میں کوئی بھی قول موجود نہیں ہے اور ان کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کی صورت میں عصمت سے استدلال نہیں کیا گیا۔ اگر وہ سب معصوم ہوتے اور منصب ولایت تک پہنچے ہوتے تو بلا شک وہ خود اس سے آگاہ تر ہوتے۔[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال اور فرامین میں ان کی عصمت کا اشارہ تک نہیں کیا گیا۔[2]

ممکن ہے کہ لا تجتمع امتی علی الخطا کو اس نظریہ کے لئے مستند بنایا گیا ہو۔ لیکن اس کے بارے میں کہنا چاہیے کہ اس حدیث کو مان لینے کی صورت میں بھی مراد یہ ہے کہ ساری امت ایک خطا پر اجماع کرے غیر ممکن ہے نہ یہ ہے کہ امت نے تمام مسائل میں اجماع کیا ہو اور ان مسائل میں خطا نہ واقع نہ ہوئی ہو۔ بہ عبارت دیگر ممکن ہے اکثریت نے خطا پر اتفاق کیا ہو لیکن طول تاریخ میں مخالف گروہ رہا ہے اور اگر اس حدیث کو درست تسلیم کرلیں تو شاید «اختلاف امتی رحمہ» ھ سے مراد یہی ہو۔[3]

۲-۴- فخر رازی کے اعتراضات پر پاکستانی مفسرین کے تحفظات اور اشکالات

۱-۲-۴- اولی الامر تک رسائی اور اس کی معرفت کی شرط پر کیے گئے اعتراض کا جواب

فخر رازی کا پہلا اعتراض اس طرح تھا کہ اگر آئمہ معصوم اولی الامر کے مصداق قرار پائیں تو اس صورت میں ان کی اطاعت ان کی معرفت اور رسائی کے ساتھ مشروط ہو گی اور جب کہ آیت میں پایا جانے والا امر مطلق ہے اور اس میں کسی طرح کی قید نہیں لگائی گئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں فخر رازی کی نگاہ میں امام مفترض الطاعۃ کی شناخت ممکن نہیں۔ چونکہ اللہ اور اس کے رسول نے بطور صراحت ان کی پہچان نہیں کروائی ہے۔ پاکستانی مفسرین کے جوابات مندرجہ ذیل شکل میں دیے گئے ہیں۔

الف) قرآن مجید میں اولی الامر کے نام ذکر نہ کرنے کی علت

ہر امر ایک خاص ملاک اور معیار رکھتا ہے کہ ان معیاروں کو لاگو کرنے سے خود بخود مصادیق کی پہچان ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کا طریقہ کار بالخصوص مسئلہ امامت میں اسی طرح رہا ہے کہ افراد اور اشخاص کے نام ذکر

[1] الکوثر، ج ۲، ص ۳۳۸

[2] انوار النجف، ج ۴، ص ۱۹۰

[3] الکوثر، ج ۲، ص ۳۳۹

کرنے کی بجائے معیار اور ضوابط کو بیان کر دیا جاتا ہے کہ ان معیاروں کی تطبیق چند افراد کے علاوہ کسی اور پر صادق نہیں آتی ہے کہ جس کے نتیجہ میں مصادیق خود بخود روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت يُرِيدُ اللهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَ اللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ...[1] بھی قرآن کے اس خصوصی بیان کو اپنے تمام اجزاء اور ارکان میں بیان کرنے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ امر حتی قرآنی قصوں میں بھی مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ مثلا؛ داستان طالوت اور جالوت۔[2] جب بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کے تقرر پر اعتراض کیا تو اللہ نے اس کے انتخاب کے معیار اور ملاک (علم اور جسمانی طاقت) کو بیان کیا۔[3] اکثریت کی مخالفت کے باوجود معیار کی بناپر طالوت سپاہ سالار منصوب ہو گئے۔[4]

مورد بحث آیت میں بھی کوشش کی گئی ہے کہ ملاک کو بیان کرتے ہوئے خود آیت اور اس میں پائے جانے والے سیاق کو دقت کے ساتھ مورد تحلیل و تجزیہ قرار دیا جائے۔ سب سے پہلے یہ ہے کہ آیت میں اولی الامر کی اطاعت کو پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے مترادف اور مساوی قرار دیا گیا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کامل اور اور معصوم رہبر تھے۔ تو اس صورت میں اولی الامر کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ایک کامل، معصوم اور رہبری کے لئے لازمی اوصاف کا مالک ہو۔[5] بالخصوص پہلی آیت کے سیاق کی طرف توجہ دیتے ہوئے کہ جس میں آیت واقع ہے إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[6] معاشرے کے رہبر اور سرپرست کے ضوابط اور شرائط کو بیان کرتی ہے۔ بعض پاکستانی مفسرین کی نظر میں یہ آیت در حقیقت اس شخص سے خطاب ہے کہ جو حکومت کا ایک عہدہ دار اور مسؤل ہے۔[7] گویا یہ آیت بھی اولی الامر کے اوصاف کو بیان کر رہی ہے کہ وہ اوصاف یہ ہیں۔

۱۔ عدالت؛ یہ صفت کامل طور پر معصوم میں ہی پائی جاتی ہے۔

---

[1] ۔ نساء: ۲۶

[2] ۔ انوار النجف، ج ۴، ص ۱۹۱

[3] ۔ سورہ بقرہ آیات ۲۴۶ تا ۲۴۸

[4] ۔ انوار النجف، ج ۴، ص ۱۹۱

[5] ۔ ایضا، ص ۱۹۳

[6] ۔ نساء: ۵۸

[7] ۔ انوار النجف، ج ۴، ص ۱۹۱

۲۔ حکم خدا کی حقیقیت کو اچھی طرح سمجھے اور احکام الہی سے آگاہ ہو کہ اس امر کا لازمہ علم میں کمال تک پہچنا ہے۔

۳۔ لوگوں کے درمیان قضاوت کرنے میں شجاع اور بہادر ہو چونکہ عادلانہ حکم کا لازمہ شجاعت ہے۔

۴۔ لوگوں کا مورد اعتماد اور قابل وثوق ہو اور خائن شمار نہ ہو۔ اس لئے آیت شریفہ کی ابتدا میں ہی امانت کو واپس کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ صحیح حکم اور قضاوت بھی ایک امانت ہے کہ اس کے اہل کو لوٹانی چاہیے۔[1]

اس طرح اللہ تعالی ان معیاروں کی بیان کرنے کے بعد، اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور آیت کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اولی الامر سے مراد وہی لوگ ہیں کہ جو آیت قبل کا مصداق اور وہی صفات مذکورہ کا حامل ہو۔[2] منابع تاریخی اور روایات کی بناء پر تنہا امیر المؤمنین علیہ السلام کی ذات ہے کہ جو ان صفات حمیدہ کی جامع ہے۔ پس آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے خاندان عصمت وطہارت اولی الامر ہوں گے اور کوئی اولی الامر کا مصداق قرار نہیں پا سکتا ہے۔[3]

ب) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اولی الامر کے ناموں کو صراحت سے بیان کرنا

صحابہ (رض) کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر موضوع سے متعلق حتی غیر ضروری چیزوں کے بارے میں بھی سؤال کر دیا کرتے تھے۔ یہ بہت بعید لگتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت انہوں نے سؤال نہ کیا ہو[4] کہ اس اولی الامر کا مصداق کون سی شخصیات ہیں۔ اور جیسا کہ آنے والی دلیل میں اس سے متعلق بحث کی جائے گی کہ صحابہ نے پوچھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحتا جواب دیا ہے۔

ج) مختلف حدیث کے منابع میں اولی الامر کا تعارف اور پہچان

ان منابع اور مستندات کو دو حصوں؛ آیات اور رروایات میں ذکر کیا جا سکتا ہے۔

آیہ تطھیر (احزاب/۳۳) کے بارے میں اہل سنت کے معتبر منابع اور مصادر میں بصورت متواتر اور متفق علیہ قول کی بناء پر یہ آیت اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔[5]

---

[1]۔ ایضا، ص ۱۹۳

[2]۔ ایضا

[3]۔ ایضا، ص ۱۹۴

[4]۔ ایضا، ص ۱۹۲

[5]۔ ایضا، ص ۱۸۸، الکوثر، ج ۲، ص ۳۴۱

دوسری آیت، آیت مباہلہ (آل عمران/۶۱) ہے: فَمَنْ حَاجَّكَ فيه مِنْ بَعْدِ ما جاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعالَوْا نَدْعُ أَبْناءَنا وَ أَبْناءَكُمْ وَ نِساءَنا وَ نِساءَكُمْ وَ أَنْفُسَنا وَ أَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ الله عَلَى الْكاذِبين. مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ مباہلہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اہلبیت علیہم السلام کے افراد تھے۔ اس لئے یہ آیت بھی ان کے صادق ہونے کو ثابت کرتی ہے۔[1] اس کے علاوہ صادق القول وہ ہے کہ جس کے قول، فعل اور اعتقاد میں کوئی بھی لغزش یا شائبہ نہ پایا جاتا ہو۔ ایسے شخص کو معصوم کہا جاتا ہے۔ پس آیت مباہلہ در حقیقت ہمارے لئے معصوم لوگوں کی پہچان کروا رہی ہے۔[2]

إِنَّ اللَّه وَمَلَائِكَتَه يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْه وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا[3] کی آیت بھی ان آیات میں سے ہے کہ جو معصوم کے مصداق کی تعیین کا پتہ دیتی ہے۔ صحیح مسلم میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجنے کا طریقہ اس طرح بیان کیا گیا ہے: اللهم صل على محمّد وعلى آل محمّد كما صليت على آل إبراهيم وبارك على محمّد وعلى آل محمّد كما باركت على آل إبراهيم في العالمين انك حميد مجيد[4] پس جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجی جاتی ہے اسی طرح ان پر بھی صلوات بھیجی جاتی ہے۔ ایسے افراد کو دین کی زبان میں معصوم کہتے ہیں۔ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا سے بھی مومنین پر ان کی اطاعت کے وجوب کا پتہ ملتا ہے۔[5]

آیت ولایت إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُه وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكاةَ وَ هُمْ راكِعُونَ[6] بھی اس مدعا پر مؤید ہے۔ چونکہ مفسرین کا اجماع ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے علاوہ کسی نے حال رکوع میں زکات نہیں دی ہے اور آیت کے مطابق وہ بھی خدا اور رسول کی طرف لوگوں پر مطلق ولایت رکھتا ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ خداوند متعال کسی کو ولایت مطلقہ نہیں دیتا سوائے معصوم شخص کے۔[7]

---

[1] ۔ انوار النجف، ج ۴، ص ۱۸۸

[2] ۔ ایضا

[3] ۔ احزاب: ۵۶

[4] ۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۶

[5] ۔ انوار النجف، ج ۴، ص ۱۸۸

[6] ۔ مائدہ: ۵۵

[7] ۔ ایضا

ج-۲) روایات

حدیث متواتر منزلت؛أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّه لَا نَبِيَّ بَعْدِي، بھی حضرت علی علیہ السلام کی عصمت پر دلالت کرتی ہے۔ چونکہ سارے علماء حضرت ہارون علیہ السلام کی عصمت کے قائل ہیں اور اس حدیث کی روشنی میں یہ منزلت بھی امیر المومنین علیہ السلام کے لئے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔[۱]

اسی طرح جنگ خندق کے موقع پر جب حضرت علی علیہ السلام، عمرو ابن عبد کے سامنے آئے تو فرمایا: بَرَزَ الْإِيمَانُ كُلُّه إِلَى الشِّرْكِ كُلِّهِ اور جب آپ عمرو پر فائق آئے تو فرمایا: ضَرْبَةُ عَلِيٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ. مفسرین کے نزدیک امام علی علیہ السلام کا کل ایمان ہونا اور ان کی ضربت کا پوری ثقلین سے افضل قرار پانا ان کے معصوم ہونے کے علاوہ کوئی معنی نہیں بنتا۔[۲]

ایک اور معتبر حدیث میں پیامبر اکرم ﷺ، حضرت علی علیہ السلام کو فرماتے ہیں: لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ لَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ دلالت التزامی کے ذریعے یہ حدیث بھی امام علی علیہ السلام کی عصمت پر ایک دلیل ہے۔ چونکہ ایسا ممکن نہیں خطاکار اور غیر معصوم سے محبت ایمان کی نشانیوں میں سے ہو۔[۳]

حدیث متواتر **طیر مشوی** بھی دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام، اللہ کے محبوب ترین بندے ہیں۔ یہ بھی ایک دلیل ہے علی علیہ السلام کے معصوم ہونے پر چونکہ محبوب ترین، عبدِ خدا غیر معصوم نہیں ہو سکتا۔[۴] اور بہت سی احادیث میں یہ حدیث معتبر عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ بھی امیر المؤمنین علیہ السلام کی عصمت کے ثبوت کو پہنچاتی ہے۔[۵]

ان احادیث کے علاوہ حدیث ثقلین، حدیث سفینہ و حدیث خلفاء اثنی عشر، ان احادیث میں سے ہیں کہ جو اہلبیت علیہم السلام کو اولی الامر کے مصداق کے طور پر شناخت کرواتی ہیں۔[۶]

---

[۱]۔ انوار النجف، ج ۴، ص ۱۸۹

[۲]۔ ایضا

[۳]۔ ایضا

[۴]۔ ایضا

[۵]۔ ایضا

[۶]۔ الکوثر، ج ۲، ص ۱۴۱-۱۴۳-۳۴۳. علامہ محسن نجفی ان احادیث کی دلالت اہل بیت علیہم السلام کی ولایت پر مسلما ثابت سمجھتے ہیں۔ آپ نے اس آیت کے ذیل میں ان احادیث کی طُرق نقل اور ائمہ علیہم السلام سے صادر ہونے کو ثابت کیا ہے۔

۲-۲-۴صیغہ جمع کا مفرد پر حمل کرنا خلافِ قاعدہ، والے اعتراض کا جواب

فخر رازی کا مکتب اہل بیت علیہم السلام پر ایک اور اعتراض؛ وہ یہ ہے کہ اولی الامر جمع کا صیغہ ہے لیکن شیعہ نقطہ نگاہ سے ہر زمانے میں ایک امام واجب الاطاعت کا ہونا ضروری ہے۔ تو اس صورت میں جمع کو مفرد کے صیغہ پر حمل کرنا آیت کے ظہور کے خلاف ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ قضیہ حقیقیہ میں جب خطاب ایک مجموع کی طرف ہو تو یہ خطاب ان افراد کے ایک ایک فرد سے مربوط ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سارے افراد اس ایک ہی وقت میں موجود بھی ہوں۔[1] مثال کے طور پر قرآن مجید میں امر آیا ہے «حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ...» (بقرہ/۲۳۸) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ساری نمازیں ایک ہی وقت میں ادا کر دی جائیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب بھی کسی نماز کا وقت ہو جائے تو اسی نماز کو اس وقت ادا کیا جائے۔[2]

نتیجہ: پاکستانی شیعہ مفسرین اس بات کے معتقد ہیں کہ فخر رازی کا تمام امت اور اہل حل و عقد کی عصمت پر استدلال قابل نقد و اعتراض ہے۔ چونکہ ساری امت کی عصمت کا دعویٰ کرنا قرآن کریم کے خلاف ہے اور تاریخ اسلام میں اہل حل و عقد کے درمیان بنیادی (مبنایی) اور فتوائی اختلافات بیان ہوئے ہیں جو ان کی عصمت کو زیر سؤال لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ممکن نہیں کہ امت کا ہر ہر فرد خطاکار بھی ہو اور ان کا مجموعہ (یعنی تمام امت) خطا سے پاک بھی ہو۔ مزید یہ کیسے ممکن ہے کہ طول تاریخ میں اہل حل وعقد کی اطاعت کے مخرب نتائج کو شریعت کا حکم یا امر الٰہی کہا جائے۔ در نتیجہ فخر رازی کا نظریہ سورہ نساء کی ۵۹ ویں آیت پر کسی طرح بھی تطبیق کرنا درست نہیں۔ چونکہ اس کے نظریے کی نہ کوئی وقعت ہے اور نہ ہی اس کا کوئی قابل اعتناء منبع و مستند ہے۔

اس کے علاوہ دونوں مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن مجید میں اولی الامر کے معیار اور ضوابط اس طرح دقیق ذکر کیے گئے ہیں کہ ان کے ناموں کی تصریح سے بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ صحابہ کرام سے بعید ہے انہوں نے اتنے بڑے مہم مسئلے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اولی الامر کے مصداق کے بارے میں سوال نہ کیا ہو۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ آیات از جملہ؛ تطہیر، مباھلہ، صلوات، ولایت اور احادیث از جملہ؛ ثقلین، سفینہ، طیر مشوی وغیرہ اولی الامر کے مصادیق کا تعارف کرواتی ہیں۔ پس فخر رازی کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہم معصومین کے خاص گروہ کی

[1]۔ انوار النجف، ج ۴، ص ۱۹۶

[2]۔ ایضا

معرفت نہیں رکھتے یاان تک ہماری دسترسی نہیں ہے۔اس کے نزدیک ان کی اطاعت کا وجوب اولی الامر کے ہر ہر فرد سے تعلق رکھتاہے۔ لیکن اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ان سب کی اطاعت کا وجوب ایک ہی زمانے میں منحصر ہو۔ پس فخر رازی کے قول کے مطابق اولی الامر کے جمع ہونے کا اعتقاد اور شیعہ امامیہ کا اعتقاد کہ ہر زمانے میں ایک معصوم امام مفترض الطاعۃ کا وجود ضروری ہے کے درمیان کوئی منافات نہیں پائی جاتی۔

منابع

۱. بخش جارا، حسین، انوار النجف فی اسرار المصحف، مکتبۃ انوار النجف، دریاخان بھکر، پاکستان، ۱۹۹۲م.
۲. نقوی، حسین عارف، تذکرہ علمای امامیہ پاکستان، اسلام آباد، مرکز تحقیقات ایران و پاکستان، چاپ اول، ۱۹۹۷م.
۳. تفسیر العیاشی، محمد بن مسعود عیاشی، تصحیح: ھاشم رسولی محلاتی، تھران: المکتبۃ الاسلامیۃ، بی تا.
۴. تفسیر القرآن العظیم، اسماعیل بن کثیر دمشقی، بیروت: [بی نا]، ۱۴۲۰ق.
۵. تفسیر مقاتل بن سلیمان، مقاتل بن سلیمان، تحقیق: عبداللہ محمود شحاتہ، بیروت: موسسۃ التاریخ العربی، ۱۴۲۳ق.
۶. جامع البیان عن تأویل آی القرآن،، محمد بن جریر طبری، بیروت: [بی نا]، ۱۴۰۸ق.
۷. الجامع لأحکام القرآن، محمد بن احمد قرطبی، قاھرۃ: دار اکالکتاب العربی، ۱۳۸۷ق.
۸. الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۳م.
۹. شواھد التنزیل لقواعد التفضیل، حاکم حسکانی، تحقیق: محمد باقر محمودی، قم: مجمع إحیاء الثقافۃ الاسلامیۃ، ۱۴۱۱ق.
۱۰. صحیح مسلم، مسلم بن حجاج نیشابوری، بیروت: دار الفکر، [بی تا]
۱۱. علل الشرائع، شیخ صدوق، قم: مکتبۃ الداوری، [بی تا]
۱۲. عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق، قم: مکتبۃ المصطفوی، [بی تا]
۱۳. الغارات، ابراھیم بن محمد ثقفی، تحقیق: سید عبد الزھرا حسینی، بیروت: در الأضواء، ۱۴۰۷ق
۱۴. فی ظلال القرآن، سید قزب، قاھرۃ: دار الشروق، ۱۴۰۲ق.
۱۵. الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، تحقیق: علی اکبر غفاری، تھران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۳۸۸ق.
۱۶. الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التأویل، قم: نشر ادب حوزہ، [بی تا]
۱۷. کمال الدین و تمام النعمۃ، شیخ صدوق، تحقیق: علی اکبر غفاری، قم: مؤسسۃ النشر الإسلامی، ۱۴۰۵ق
۱۸. الکوثر فی تفسیر القرآن، محسن علی نجفی، لاہور: مصباح القرآن، ۲۰۱۶م، چاپ چھارم
۱۹. المستدرک علی الصحیحین، حاکم نیشابوری، تحقیق: یوسف مرعشلی، بیروت: دار المعرفۃ، [بی تا].
۲۰. مسند الامام احمد، احمد بن حنبل شیبانی، تحقیق: شعیب ارنؤوط، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۷ق
۲۱. مفاتیح الغیب، فخر رازی، بیروت: دار إحیاء التراث، ۱۴۲۰ق